مجلس تحقیقات شرعیہ کے اہم فیصلے

مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

مجلس تحقیقات شرعیہ
کے اہم فیصلے

مرتب

مولانا محمد اسحق سندیلوی ندویؒ
(سابق کنوینر مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء)

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع سوم: اکتوبر ۲۰۲۳ء

کتاب	:	مجلس تحقیقات شرعیہ کے اہم فیصلے
مرتب	:	مولانا محمد اسحق سندیلوی ندویؒ
صفحات	:	۳۲
سن اشاعت	:	طبع اول: ستمبر ۲۰۲۰ء، طبع دوم: اکتوبر ۲۰۲۲ء
تعداد	:	پانچ سو
طباعت	:	مکتبہ احسان، لکھنؤ

ناشر

مجلس تحقیقات شرعیہ

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

ملنے کے پتے:

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون: 0522.2741439

۲۔ مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون: 8960997707

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

ندوۃ العلماء نے تعلیم وتحقیق اور علمی وفقہی مباحث میں غور وخوض کی ضرورت شروع سے محسوس کی اور اس کے ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیرونی ملک کے دوروں میں لوگوں سے تبادلۂ خیال، حالات کے مشاہدہ اور کوششوں کو دیکھ کر اس کی ضرورت کا اور زیادہ احساس کیا، اس طرح ۱۹۶۳ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا، جس کی مدت نصف صدی سے زائد عرصہ کو پار کرچکی ہے اور اس کے کئی اہم کام اور اس کی نشستوں کے اہم فیصلے سامنے آئے، اس کے دو اہم فیصلے انشورنس اور رؤیت ہلال سے متعلق تھے، جو مجلس کے اس وقت کے ناظم استاذ محترم مولانا محمد اسحق سندیلوی ندویؒ کے مرتب کردہ ہیں، اس کے موجودہ ناظم فاضل گرامی مولانا عتیق احمد بستوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی فکر وکوشش سے کتابی صورت میں سامنے آرہے ہیں، ان کی فرمائش پر ان سطور کے ذریعہ اس اہم اور ضروری کام میں شرکت کی سعادت راقم کو بھی حاصل ہورہی ہے، اللہ تعالی زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور قبول فرمائے۔

محمد رابع حسنی ندوی

تکیہ کلاں، رائے بریلی ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

پیش لفظ

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے قیام کے بعد ابتدائی چند سالوں میں دو اہم ترین مسائل پر فیصلے کئے: ۱۔ انشورنس کا مسئلہ، ۲۔ رؤیت ہلال کا مسئلہ، یہ دونوں فیصلے مجلس تحقیقات شرعیہ کے دوسرے ناظم حضرت مولانا محمد اسحق سندیلوی ندویؒ استاذ وسابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے دور نظامت میں ہوئے، حضرت مولانا محمد اسحق سندیلوی ندویؒ جید عالم اور کامیاب مصنف تھے، اسلامی موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں ہیں، خاص طور پر ان کی کتاب ''اسلام کا سیاسی نظام'' جو دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی ہے، ان کی تصنیفی شاہکار مانی جاتی ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے طویل زمانے تک ان کی تدریسی وانتظامی وابستگی رہی، کئی سال منصب اہتمام پر فائز رہے، پھر وہ پاکستان منتقل ہوگئے، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ نے انہیں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں شعبۂ تخصص کی نگرانی کے لئے کراچی بلایا تھا اور پھر وہ پاکستان کے ہوکر رہ گئے، کراچی میں علمی ودینی اور تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے، نومبر ۱۹۹۵ء میں کراچی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت مولانا تقی امینیؒ مجلس تحقیقات شرعیہ کے پہلے ناظم تھے، ان کے مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ منتقل ہوجانے کے بعد مجلس تحقیقات شرعیہ کی نظامت کی ذمہ داری حضرت مولانا محمد اسحق سندیلوی کے سپرد کی گئی، انہوں نے بہت مستعدی اور خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا، ان کے دور نظامت میں مجلس تحقیقات شرعیہ خوب سرگرم رہی، مجلس کی نشستیں پابندی سے ہوتی رہیں، اور چند اہم مسائل پر مجلس نے فیصلے کئے۔

سب سے پہلا اور پیچیدہ مسئلہ جو مجلس کے ایجنڈا میں سرفہرست رہا وہ انشورنس کا مسئلہ

تھا، انشورنس کے موضوع پر تفصیلی سوالنامہ برصغیر ہندو پاک کے علماء اور اصحاب افتاء نیز بعض عرب علماء کی خدمت میں روانہ کیا گیا، پھر مجلس کا اجتماع بلا کر حاضر اراکین نے باہم تبادلہ خیالات اور بحث و تمحیص کے بعد انشورنس کے موضوع پر بڑا جامع اور محتاط فیصلہ تحریر کیا۔

دوسرا مسئلہ جس پر مجلس نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا وہ رؤیت ہلال کا مسئلہ تھا، اس موضوع پر بھی سوالنامہ بھیجا گیا، تحریری جوابات آنے کے بعد انہیں تمام اراکین کو روانہ کیا گیا، پھر فقہی اجتماع بلا کر مجلس نے فیصلہ کیا، یہ دونوں فیصلے علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔

ان دونوں مسئلوں پر مجلس تحقیقات شرعیہ نے جو کچھ غور و خوض کیا اور جو طریقہ اپنایا اسے مرتب کر کے ناظم مجلس حضرت مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ نے اپنی تمہید کے ساتھ کتابی صورت میں شائع فرمادیا تھا، مولانا نے اپنے رسالہ میں ''تجویز'' کا عنوان قائم کیا تھا، یعنی ''تجویز مجلس تحقیقات شرعیہ متعلق انشورنس'' اور ''تجویز مجلس تحقیقات شرعیہ متعلق رویت ہلال''، مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ کے مرتب کردہ یہ دونوں رسالے اب نایاب ہیں، اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اسے تاریخی اور شرعی دستاویز کے طور پر شائع کردیا جائے، تاکہ وہ اہل علم کے ہاتھوں میں پہونچ سکے، ان دونوں رسالوں میں حضرت مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ کی تمہیدی تحریریں بھی بڑی قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں، انہوں نے ایسے مسائل میں جہاں ایک سے زائد آراء ہوں، مخالف رائے اور نقطہ نظر کا جس اہتمام اور احترام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے وہ لائق تقلید ہے، اجتہادی مسائل میں اپنی رائے پر ثبات کا اختیار تو ہے، لیکن دوسرے نقطۂ نظر کی تنقیص اور استخفاف کا کوئی جواز نہیں ہے، مولانا محمد اسحٰق سندیلوی ندویؒ نے انشورنس کے مسئلہ میں مخالف نقطۂ نظر رکھنے والوں کا جس احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے ان کی کشادہ قلبی اور میانہ روی کا اندازہ ہوتا ہے، یہ دونوں رسالے علمی امانت ہیں، جنہیں اہل علم اور اہل فکر کے حلقوں تک پہونچانے کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم (ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) کی خواہش وایما پر مجلس تحقیقات شرعیہ سے متعلق اہم قدیم تحریروں کو مرتب کر کے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، تاکہ اہل علم مجلس کے کاموں اور اس کے منہج سے واقف ہوں، اور مجلس ماضی کی طرح پھر نئے مسائل کو حل کرنے میں سرگرم عمل ہو۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ان کوششوں کو قبول فرمائے اور دور حاضر میں نفاذ شریعت کی تمام علمی، فکری اور عملی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

عتیق احمد بستوی

سکریٹری مجلس تحقیقات شرعیہ

واستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۳۰/ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ

۲۲/جولائی ۲۰۲۰ء

تجویز
مجلس تحقیقات شرعیہ
متعلق
انشورنس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

تمدن کی ترقی اور حالات کے تغیر کی وجہ سے جن نئے مسائل سے مسلمان دوچار ہیں ان میں انشورنس کا مسئلہ بھی ہے، جو بلحاظ اپنی وسعت واہمیت شرعی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے بہت زیادہ قابل توجہ ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' نے اس مسئلہ کو سرِ فہرست جگہ دی اور مجلس کے اولین اجتماع مؤرخہ یکم ستمبر ۱۹۶۳ء میں طے ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق ایک جامع سوالنامہ مرتب کیا جائے جسے بعض اکابر علماء کی خدمت میں بغرض جواب بھیجا جائے، جوابات حاصل ہونے کے بعد ارکان مجلس مجتمع ہوکران جوابات کی روشنی میں مسئلہ پر غور وخوض کرکے کوئی فیصلہ کریں، جس کی اشاعت کردی جائے تاکہ عوام مسلمین اس کے بارے میں حکم شرعی کو سمجھ کراس پر عمل کرسکیں، اجتماع میں ان حضرات علماء کرام کے اسماء گرامی بھی تجویز کر لئے گئے جن کے پاس سوالنامہ ارسال کرنا مجلس کی رائے میں مناسب تھا، سوالنامہ ہندو بیرون ہند کے متعدد علماء کرام کی خدمت میں بھیجا گیا۔

۲۶ نومبر ۱۹۶۴ء کو سوالنامہ روانہ کرنے کی ابتداء ہوگئی اور یکم دسمبر ۱۹۶۴ء تک ان سب حضرات علماء کی خدمت میں روانہ کردیا گیا، جنہیں مجلس نے اس کام کے لئے منتخب کیا تھا، جوابات سب حضرات کی طرف سے موصول نہیں ہوئے، بلکہ صرف بعض حضرات نے جواب ارسال فرمایا، جن کے اسماء گرامی چند سطور کے بعد درج کئے جائیں گے۔

جوابات میں اختلاف تھا، بعض حضرات نے انشورنس کے معاملہ کو بالکل ناجائز قرار

دیا تھا، اور بعض نے مخصوص شرائط وحالات میں اسے جائز قرار دیا تھا، دونوں قسم کے حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

الف: مندرجہ ذیل حضرات نے اس معاملہ کو مسلمانوں کے لئے بالکل ناجائز اور حرام قرار دیا:

۱۔ جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، کراچی

۲۔ جناب مولانا ولی حسن ٹونکی صاحب، کراچی بتصویب مولانا محمد یوسف بنوری صاحب

۳۔ جناب مولانا مفتی محمود صاحب، صدر مدرس و مفتی جامع العلوم کانپور

۴۔ جناب مولانا ظفیر الدین صاحب، دیوبند

۵۔ جناب مولانا عبید اللہ صاحب مبارک پوری

۶۔ جناب مولانا سید احمد صاحب قادری، رامپور

ب: اس کے برخلاف مندرجہ ذیل حضرات نے بعض شرائط کے ساتھ (جن کا تذکرہ تجویز میں ہے) اس معاملہ کو جائز قرار دیا:

۱۔ جناب مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۔ جناب مولانا محمد ہارون صاحب، دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار، بتصویب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب

۳۔ جناب مولانا مظفر حسین صاحب (مفتی مظاہر علوم سہارنپور)

۴۔ جناب مولانا یحییٰ قاسمی (مفتی امارت شرعیہ، بہار)

۵۔ جناب مولانا عبد السلام ندوی (جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی)

بقیہ حضرات علماء کے جوابات موصول نہیں ہوئے، ان سب جوابات کو جمع کر کے اور ذریعہ سائکلو اسٹائل طبع کرا کے سب ارکان کی خدمت میں بھیج دیا گیا، تاکہ وہ ان کو دیکھ کر اچھی طرح غور وفکر فرما سکیں، اور اس کے لئے خاصی مدت رکھی گئی۔

۱۵، ۱۶ / دسمبر ۱۹۶۶ء کے اجتماع میں مجلس کے علماء کرام کی مندرجہ بالا دونوں جماعتوں کے اقوال و دلائل پر غور کر کے مؤخر الذکر جماعت کی رائے کو اختیار کیا گیا، یعنی

مخصوص شرائط کے ساتھ مسلمان کے لئے اس معاملہ میں حصہ لینے کی گنجائش نکلتی ہے، ان شرائط کی وضاحت تجویز میں موجود ہے، اس کے بعد اس تصریح کی احتیاج نہیں رہتی کہ ان شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو اس معاملہ کے جواز کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی، اور یہ حرام ہی رہے گا۔

مجلس کے جس اجتماع میں فیصلہ کیا گیا ہے اس میں صرف مندرجہ ذیل ارکان شریک تھے، بقیہ حضرات ارکان مختلف اعذار کی وجہ سے شرکت نہیں فرماسکے تھے۔

جو حضرات جلسہ میں شرکت نہیں فرما سکے تھے ان میں جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور جناب مولانا محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند نے اپنی آراء گرامی سے ذریعہ والانامہ مطلع فرمایا تھا، چنانچہ اول الذکر محترم یعنی جناب مہتمم صاحب ممدوح نے جناب مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے فتوی سے اتفاق فرماتے ہوئے اپنی اور متعدد علماء دیوبند کی جانب سے تحریر فرمایا کہ جناب مفتی صاحب ممدوح کے شرائط کے ساتھ اس معاملہ کے جواز کی گنجائش ہے۔

اس کے برخلاف جناب مولانا سید محمد میاں صاحب نے عدم جواز کا مسلک اختیار فرمایا، اور ان علماء کرام سے اتفاق فرمایا، جنہوں نے اس معاملہ کی حرمت علی الاطلاق کا فتوی دیا تھا۔

اسماء گرامی شرکاء اجتماع مجلس منعقدہ ۱۵، ۱۶، دسمبر ۱۹۶۵ء

۱۔ جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی (۱)

۲۔ جناب مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی

۳۔ جناب مولانا محمد رضا صاحب انصاری فرنگی محلی

(۱) مولانا کو تجویز دکھادی گئی تھی، اور اس سے انہیں اتفاق ہے، لیکن چونکہ وہ ۱۶ / کی صبح کو دریاباد واپس تشریف لے گئے اور اس اجلاس میں شرکت نہیں فرماسکے تھے، جس میں تجویز آخری طور پر پاس کی گئی، اس لئے ان کے دستخط نہیں ہوسکے۔ فقط محمد اسحق

۴۔ جناب مولانا ابواللیث صاحب ندوی امیر جماعت اسلامی، ہند

۵۔ جناب مولانا شاہ عون احمد صاحب قادری خانقاہ مجیبیہ، بہار

۶۔ جناب مولانا شاہ سید منت اللہ صاحب رحمانی، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

۷۔ جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (مدیر ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ)

۸۔ جناب مولانا فخر الحسن صاحب (استاذ دارالعلوم، دیوبند)

۹۔ جناب مولانا سعید احمد اکبرآبادی (صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

۱۰۔ جناب مولانا اویس صاحب ندوی (شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۱۱۔ راقم سطور محمد اسحٰق (کنوینر مجلس)

علماء کرام کی مندرجہ بالا دونوں جماعتوں کے درمیان انشورنس کے مسئلہ میں اختلاف کا سبب درحقیقت سلف صالحین کا ایک ایسے مسئلہ میں اختلاف ہے جو اس مسئلہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، یہاں ایک مختصر تمہید کے ساتھ اس کا اجمالی تعارف کرا دینا مفید ہے۔

اسلام ایک جامع اور کامل دین ہے، عقائد، عبادات، اخلاق، معاشرت وغیرہ اس کے مختلف شعبے ہیں، منجملہ اس کے ایک شعبہ معاملات بھی ہے، اور بیع وشراء، قرض وغیرہ اسی کے ماتحت داخل ہیں، شریعت اسلامیہ نے معاملات کے لئے بھی قوانین واحکام مقرر فرمائے ہیں، اور ان کی شکلیں متعین فرمائی ہیں، ان قوانین واشکال کی مخالفت مسلمان کے لئے ناجائز ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ معاملات کی شرعی شکلوں کو رواج دے اور انہیں شرعی احکام وقوانین کے تابع رکھے۔

جن مقامات پر مسلمانوں کو اس کی قدرت وطاقت حاصل ہو، وہاں تو ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے لئے شرعاً اس کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ وہ معاملات کے احکام اسلامیہ اور اس کی اشکال شرعیہ سے سرمو تجاوز کرے، لیکن جن مقامات پر اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کو حاصل نہ ہو اور انہیں اس کا اختیار نہ ہو کہ وہ معاملات کی شکلیں شرعی اصول واحکام کے ماتحت مقرر کرسکیں اور معاملات غیر مسلمین کے ساتھ بھی پڑیں، تو کیا ایسے مقامات پر غیر مسلمین کے

ساتھ معاملات کرنے میں بھی ان کے لئے شریعت کے معاملاتی نظام کی پوری پوری پابندی لازم ہوگی؟

بنیادی مسئلہ یہ ہے جس میں کبار ائمہ سلف کے درمیان اختلاف ہے، بعض ائمہ فقہ کا قول یہ ہے کہ معاملات کے اسلامی احکام وقوانین صرف اول الذکر قسم کے مقامات و حالات تک محدود نہیں ہیں، بلکہ ہر مقام پر اور ہر حالت میں مسلمان کے لئے ان کی پوری پوری پابندی لازم ہے۔

اس کے برخلاف بعض دوسرے ائمہ فقہ کی رائے یہ ہے کہ بعض اسلامی احکام متعلق معاملات صرف اول الذکر مقامات تک محدود ہیں، اور بعض صورتوں میں اس کی گنجائش ہے کہ مسلمان صرف غیر مسلمین کے ساتھ بعض معاملات میں ان کی مروجہ غیر اسلامی شکلوں کو اختیار کرسکیں، انشورنس کا مسئلہ بھی ان بعض معاملات کے حدود میں آتا ہے جن کی گنجائش ان حضرات ائمہ کے نزدیک حالات ومقامات مذکورہ میں ہے، بدائع، درمختار اور شامی وغیرہ کتب فقہ دیکھنے سے اس اختلاف ائمہ کی تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

اسلاف کا یہی اختلاف انشورنس کے مسئلہ میں موجودہ علماء کرام کے اختلاف کی بنیاد ہے، چنانچہ اول الذکر جماعت علماء نے اول الذکر ائمہ کے مسلک کو اختیار فرمایا ہے، اور ثانی الذکر جماعت نے ثانی الذکر ائمہ کے مسلک کو۔

خود تجویز میں اہل علم کے لئے اس چیز کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ مجلس کا یہ فیصلہ کسی اجتہاد مطلق یا تجدد زدگی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ بعض ائمہ سلف ہی کے اجتہاد اور ان کی مبصرانہ رائے پر مبنی ہے، جو انھوں نے کتاب وسنت میں غور وفکر کرنے کے بعد قائم فرمائی تھی۔

مجلس اور ان علماء کرام نے جن کی تائید اس مسئلہ میں مجلس کو حاصل ہے، ضرورت زمانہ کو ضرور ملحوظ رکھا ہے، لیکن اسے اضطرار کا درجہ ہرگز نہیں دیا ہے، نہ اضطرار کے قانون کو اپنی رائے کی بنیاد بنایا ہے، بلکہ درحقیقت ان کی رائے کی بنیاد وہ ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا

جاچکا ہے۔

جن حضرات علماء نے مسئلہ زیر بحث میں حرمت وعدم جواز کو ترجیح دی ہے، ان کی رائے بھی مدلل ہے اور مجلس اس کا احترام کرتی ہے، ان حضرات نے احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا ہے، اور بیشک مومن کی شان یہی ہے کہ وہ حرام کے شبہ سے بھی احتراز کرے۔

لیکن مجلس اوران علماء کرام کی رائے بھی جو مجلس کے ہم خیال ہیں، دلائل شرعیہ اور اقوال سلف پر مبنی ہیں، اوراس میں بھی مصالح شرعیہ، دینیہ اور دنیویہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس لئے انہیں بھی کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی۔

عوام مسلمین کو اس مسئلہ میں وہی رویہ اختیار کرنا چاہیے جو مجتہد فیہ مسائل کے لئے مناسب ہے، یعنی جس رائے پر قلب مطمئن ہو اس پر عمل اور دوسرے پر ملامت واعتراض سے احتراز، خصوصا رسائل واخبارات میں اس مسئلہ کا چھیڑنا بہت ہی نامناسب اور بالکل خلاف مصلحت ہے۔

فقط

احقر محمد اسحق صدیقی ندوی عفااللہ عنہ

(کنوینز مجلس)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجویز

مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنے اجتماع مؤرخہ ۱۵، ۱۶ / دسمبر ۱۹۶۵ء میں انشورنس کے مسئلہ پر علماء کرام کے ان جوابات کی روشنی میں غور کیا جو مجلس کے سوالنامے کے پیش نظر ان حضرات نے تحریر فرمائے تھے، اس غور و خوض کے بعد مجلس جس نتیجہ پر پہونچی ہے وہ ایک مختصر تمہید کے ساتھ درج ذیل ہے:

انشورنس کا مسئلہ شریعت کے شعبۂ معاملات سے تعلق رکھتا ہے، معاملات میں ہمیشہ دو فریق ہوتے ہیں، اس لئے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول۔ دونوں فریق مسلمان ہوں، اس صورت میں معاملات کی جو شکلیں شریعت اسلامیہ نے مقرر کی ہیں، ان کے علاوہ کسی شکل کا اختیار کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

دوم۔ ایک فریق مسلمان ہو، اور دوسرا غیر مسلم ہو، صورت دوم کی دو شکلیں نکلتی ہیں:

الف۔ معاملات کی شکل مقرر کرنا مسلمان کے اختیار میں ہو، اس کا حکم بھی وہی جو صورت اولی کا ہے۔

ب۔ معاملہ کی شکل مقرر کرنا اس کے اختیار میں نہ ہو۔

صورت ثانیہ کی شکل (ب) میں بوقت ضرورت اسلام کے بعض جلیل القدر ائمہ وفقہاء کے قول کی بناء پر شرعاً اس کی گنجائش نکلتی ہے کہ مسلمان کچھ قیود وشرائط کے ساتھ اس نوع کے معاملات میں حصہ لے سکے، انشورنس کا مسئلہ بھی مجلس کے نزدیک اسی شکل کے

تحت داخل ہے۔

مجلس یہ رائے رکھتی ہے کہ اگر چہ انشورنس کی سب شکلوں کے لئے ربوا وقمار لازم ہے، اور ایک کلمہ گو کے لئے ہر حال میں اسلامی اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا ہی واجب ہے، لیکن جان و مال کے تحفظ وبقا کا جو مقام شریعت اسلامیہ میں ہے، مجلس اسے بھی وزن دیتی ہے، نیز مجلس اس صورت حال سے بھی صرف نظر نہیں کرسکتی کہ موجودہ دور میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی راستوں سے انشورنس انسانی زندگی میں اس طرح دخیل ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر اجتماعی اور کاروباری زندگی میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں، اور جان و مال کے تحفظ کے لئے بھی بعض حالات میں اس سے مفر ممکن نہیں ہوتا، اس لئے ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص اپنی زندگی یا اپنے مال یا اپنی جائیداد کا بیمہ کرائے تو مذکورہ بالا ائمہ کرام کے قول کی بناء پر شرعا اس کی گنجائش ہے۔

تنبیہ۔ اوپر کی عبارت میں لفظ 'ضرورت شدیدہ' سے مراد یہ ہے کہ جان یا اہل وعیال یا مال کے نا قابل برداشت نقصان کا اندیشہ قوی ہو۔

'ضرورت شدیدہ' موجود ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ مجلس کے نزدیک مبتلیٰ بہ کی رائے پر منحصر ہے، جو خود کو عند اللہ جوابدہ سمجھ کر علماء کے مشورہ سے قائم کرے۔ فقط

دستخط:

۱۔ (جناب مولانا مفتی) عتیق الرحمن صاحب عثمانی

۲۔ (جناب مولانا) محمد ظفیر الدین صاحب، دار العلوم، دیوبند

۳۔ (جناب مولانا) ابو اللیث صاحب ندوی، امیر جماعت اسلامی ہند

۴۔ (جناب مولانا) محمد رضا صاحب انصاری، مفتی فرنگی محل

۵۔ (جناب مولانا) شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ

۶۔ (جناب مولانا) فخر الحسن صاحب، استاذ دار العلوم، دیوبند

۷۔ (جناب مولانا) شاہ عون احمد صاحب قادری، سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ، پھلواری

شریف، پٹنہ

۸۔(جناب مولانا) منت اللہ صاحب ندوی رحمانی، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانیہ، مونگیر

۹۔(جناب مولانا) محمد اویس صاحب ندوی، شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء

۱۰۔(جناب مولانا) محمد منظور صاحب نعمانی، مدیر ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ

۱۱۔(جناب مولانا) سعید احمد صاحب اکبرآبادی، صدر شعبہ دینیات، علی گڑھ

۱۲۔(احقر) محمد اسحق عفا اللہ عنہ

☆☆☆

تجویز

مجلس تحقیقات شرعیہ

متعلق

مسئلہ رؤیت ہلال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریب
بیمہ پالیسی کے مسئلہ میں فیصلہ کرنے کے بعد

مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنے سامنے دو مسئلے رکھے تھے، ایک رؤیت ہلال کا مسئلہ اور دوسرا حکومت سے قرض لینے کا مسئلہ۔ ان دونوں مسئلوں کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے، رؤیت ہلال کا مسئلہ تو ایک ہمہ گیر اور ناگزیر شئی ہے، جو ہر سال تین بار ہر مسلمان کے سامنے آتا ہے اور اس میں اختلاف وافتراق بعض اوقات ہنگامہ و پریشانی کا باعث ہو جاتا ہے، قرض کا مسئلہ بھی اپنے دائرے کو روز بروز وسیع کرتا جاتا ہے اور بعض حالات میں ان لوگوں کے لئے باعث تشویش وتردد بن جاتا ہے جو بحمد اللہ جائز و ناجائز میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں۔

حسب دستور ان دونوں مسئلوں کے متعلق سوالنامے مرتب کئے گئے، اور ۲۸/فروری ۱۹۶۶ء کو سوالنامہ متعلق رؤیت حضرات علماء کی خدمت میں بغرض جواب بھیجا گیا، بتاریخ ۱۷/اپریل ۱۹۶۶ء سوالنامہ متعلق قرض حکومت بھی بھیج دیا گیا، جوابات موصول ہونے پر حسب قاعدہ یہ سب جوابات سائکلو اسٹائل کرا کے ۳۰/نومبر ۱۹۶۶ء کو حضرات ارکان مجلس کے پاس بغرض غور وفکر بھیجے گئے اور غور وفکر کے لئے خاصا وقت دیا گیا، ارادہ یہ تھا کہ فروری ۱۹۶۷ء میں ارکان کا اجتماع بلا لیا جائے تا کہ مسائل جلد طے ہوں، لیکن ملک میں عام انتخابات کی وجہ سے ارکان کا اجتماع ناممکن ہو گیا، انتخابات

کا ہنگامہ ختم ہونے کے بعد بھی بعض رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں جن کی وجہ سے اجتماع کو مئی تک مؤخر کرنا پڑا اور اس کی نوبت ۴، ۳/مئی ۱۹۶۷ء کو آئی، دو دن کے اجتماع میں بحمد اللہ رؤیت ہلال کا مسئلہ تو با حسن وجوہ بالاتفاق طے ہوگیا، لیکن قرض کا مسئلہ طے نہ ہو سکا، اور مزید غور و فکر کے لئے اسے آئندہ کے لئے ملتوی کردیا گیا۔

رؤیت ہلال کے متعلق مجلس کی تجویز کا پورا متن یہاں پیش کیا جارہا ہے، اس مسئلہ میں اتنی بات عرض کرنا ہے کہ اس معاملہ میں شرعی حکم کے اعتبار سے کوئی خاص دشواری نہیں ہے، بلکہ دشواری درحقیقت اس کی عملی شکل میں ہے، یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے، اور نظم و انتظام چاہتا ہے، افسوس ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ایسی تنظیم نہیں ہے جو کم از کم اس مسئلہ کی حد تک سب مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہو، اور ان کا اتفاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے، جن ممالک میں حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہاں مسئلہ بہت آسان ہے، شرعا اس بارے میں آخری فیصلہ حکومت کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ ماہر علماء دین کی کسی جماعت کے مشورہ کے تابع ہوکر فیصلہ کرے، لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے، اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا ادارہ اس کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے جسے سب مسلمان یا (کم از کم ان کی اغلب اکثریت) کم از کم اس کی حد تک با اختیار اور اس کے حکم کو واجب التعمیل سمجھتے ہوں اور اس کا تعاون کرنے میں بھی دریغ نہ کریں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم مقامی طور پر قصبہ وار، اور شہروار ایسے ادارے قائم کئے جائیں یا ایسے افراد کو منتخب کیا جائے جن کے فیصلے و اعلان کے بعد اس حلقہ کا کوئی شخص اس سے انحراف کرنے کی جرأت نہ کرے، اس قسم کے ادارے کے قیام کے لئے قوم کے ذی اثر حضرات کو عملی قدم اٹھانے چاہئے، مجلس بھی اس سلسلہ میں ممکن تعاون سے دریغ نہ کرے گی۔

رؤیت ہلال کے متعلق سوالنامے کا جواب

مندرجہ ذیل علماء کبار نے عنایت فرمایا

ا۔ جناب مولانا عبد الصمد رحمانی (سابق نائب امیر شریعت، بہار)

۲۔جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (ناظم دارالعلوم کراچی)

۳۔جناب مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب (مفتی مظاہر علوم،سہارنپور)

۴۔جناب مولانا عبدالماجد صاحب (مدیر صدق جدید)

۵۔جناب مولانا نظام الدین صاحب (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند) بتصویب مولانا مہدی حسن صاحب ومولانا مفتی محمود صاحب

۶۔جناب مولانا محمد وجیہ صاحب (مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ،ٹنڈ واللہ یار، پاکستان) بتصویب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب

۷۔جناب مولانا سید احمد صاحب قادری (مدیر زندگی،رامپور)

۸۔جناب مولانا قاضی زین العابدین صاحب (استاد اسلامیات ،جامعہ ملیہ دہلی وقاضی شہر میرٹھ)

۹۔جناب مولانا عبدالسلام صاحب ندوی (ناظم دینیات، جامعہ ملیہ، دہلی)

۱۰۔جناب مولانا یحییٰ صاحب قاسمی (امارت شرعیہ،صوبہ بہار)

نوٹ: جوحضرات مجلس کے اجتماع میں شریک تھے ان کے نام تجویز کے آخر میں درج ہیں،فقط

محمد اسحاق عفی عنہ

۱۵رمئی ۱۹۶۷ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

مسئلہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں سوال وجواب، بحث ومباحثہ اور مسئلہ کے ہر پہلو پر پوری ذمہ داری کے ساتھ غور وفکر کے بعد مجلس اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ

ا۔ نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاف مطلع مسلّم ہے، یہ ایک واقعاتی چیز ہے، اس میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطار صوم کے باب میں یہ اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟ محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہے کہ عادۃ ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴۔ بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادۃ ایک دن کا فرق نہیں پڑتا ہے، فقہاء

ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جوتقریبا ۵۰۰۔۶۰۰ میل ہوتا ہے، بلادبعیدہ قرار دیتے ہیں، اوراس سے کم کو بلادقریبہ،مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہوجائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے،اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔(۱)

۵۔ہندوستان اور پاکستان کے بیشترحصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلا نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے،علماء ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے،اور غالبا تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے،ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعدمسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو،اسی بنیاد پران دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعداس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

۶۔مصراورحجاز جیسے دوردراز ملکوں کا مطلع ہندوپاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لئے اوران ملکوں کی رؤیت یہاں والوں کے لئے ہرحالت میں لازم اورقابل قبول نہیں ہے،اس لئے کہ ان میں اور ہندوپاک میں اتنی دوری ہے کہ عموما ایک دن کا فرق ان میں واقع ہوجاتا ہے،اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

۷۔ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پراڑکر چاند دیکھنا جس سے مطلع متاثر ہوتا ہو، معتبر نہیں ہے،اورشریعت نے اس کا مکلف بھی نہیں کیا ہے،فقہی کتابوں میں جہاں اونچی جگہوں پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا تذکرہ ملتا ہے اس سے مراد وہ اونچائی ہے جوعموما شہر میں ہوا کرتی ہے تاکہ مکان اوردرختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں حائل نہ ہو،خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو،لہٰذا ہوائی جہاز سے اس قدراونچائی پر پہونچ کراگر چاند دیکھا جائے جس سے مطلع بدل جاتا ہے، وہ وہاں کی زمین والوں کے لئے معتبر رؤیت قرار نہیں پائے گی۔

---

(۱) جناب مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب مدیر صدق جدید (رکن مجلس) کا ایک گرامی نامہ ۱۴ مئی ۱۹۶۷ءکوموصول ہوا جس میں انہوں نے تجویز میں اپنی جانب سے ایک نوٹ درج کرنے کی فرمائش فرمائی ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے: اس قسم کا چارٹ ماہرین فلکیات ہی تیار کرسکتے ہیں،ایک ماہ کی مسافت کی دوری کا معیاراب کام نہیں دے سکتا۔محمد اسحاق

۸۔ریڈیو سے رؤیت ہلال کا اعلان خبر ہے، شہادت اصطلاحی نہیں ہے، ریڈیو کی مطلقا اجمالی خبر کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا یا کل عید منائی جائے گی، قابل قبول نہیں ہے، اور صرف اس طرح کی خبر پر صوم یا افطار صوم درست نہیں ہے، اسی طرح ایک ہی جگہ کی خبر کے متعلق مختلف شہروں کے ریڈیو کا اعلان بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

۹۔ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو، یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالہ سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے، مثلا کوئی مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) نے ثبوت شرعی کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا ہے، اس طرح کی صراحت کے ساتھ اعلان پر صوم اور افطار صوم درست ہے۔

۱۰۔ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر کوئی متدین مسلمان نہ ہو بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ خبر کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح نام) کے فیصلہ کا اعلان کرے تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی، اور صوم وافطار صوم کا حکم درست ہوگا، جس طرح توپ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء صوم وافطار صوم جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۱۔مگر یہ واضح رہے کہ ریڈیو کی خبر سن کر ہر شخص کو بطور خود فیصلہ کا اختیار نہ ہوگا، کیونکہ وہ خبر کی شرعی حیثیت کو نہیں سمجھ پائے گا، اس لئے سننے والوں کا فرض ہوگا کہ اپنے یہاں کے ذمہ دار علماء کی طرف رجوع کریں، اور ان کے فیصلہ پر عمل کریں، یہ مسئلہ شرعا انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔

۱۲۔پاکستان اور دیگر قریبی ممالک کے ریڈیو کا اعتبار بھی اس وقت ہوگا جب اس کی اطلاع اصول واحکام مذکور کے مطابق ہو۔

۱۳۔مختلف شہروں کے ریڈیو الگ الگ خبر دیں کہ یہاں یہاں چاند دیکھا گیا تو اس

تعددخبر کی بنیاد پر غور کر کے فیصلہ کرنا کہ یہ خبر مستفیض ہے یا نہیں؟ اور یہ اعلان قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ علماء کا کام ہے، عوام کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا۔

۱۴۔تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، ٹیلیفون اور خطوط آئیں اور علماء محسوس کریں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔

دستخط:

۱۔مولانا ابوالحسن علی ندوی

۲۔مولانا معین الدین احمد ندوی

۳۔مولانا محمد ظفیر الدین

۴۔مولانا محمد منظور نعمانی

۵۔مولانا عون احمد قادری

۶۔مولانا اویس ندوی

۷۔مولانا عمران خان ندوی

۸۔مولانا مجیب اللہ ندوی

۹۔مولانا عتیق الرحمن عثمانی

۱۰۔محمد اسحاق ندوی

☆☆☆

چوتھا فقہی سیمینار

۲۳، ۲۴/نومبر ۲۰۲۲ء کو مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا چوتھا فقہی سیمینار دارالعلوم ندوۃ العلماء کے علامہ حیدر حسن خاں ٹونکی ہال میں منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے ۷۵ سے زائد علماء، اصحاب افتاء اور جدید مسائل پر لکھنے والے نوجوان فضلاء شریک ہوئے، سمینار کی کل پانچ نشستیں ہوئیں، افتتاحی نشست کے بعد کرونا کے موضوع پر ساتوں محاور کے عرض پیش ہوئے اور شرکاء کے درمیان مناقشہ ہوا، اسی طرح سرکاری قرضہ کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور پھر تجاویز کمیٹیاں بنائی گئیں، ان کمیٹیوں کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر نظر ثانی کے لئے ملک کے نامور فقہاء کی کمیٹی بنائی گئی جس میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا عتیق احمد بستوی، مفتی نذیر احمد کشمیر، مولانا عبدالرزاق قاسمی، دیوبند، مفتی اختر امام عادل قاسمی، اور مفتی محمد ظفر عالم ندوی شامل تھے۔

آخری نشست میں تجاویز کی خواندگی ہوئی اور پھر شرکاء کے اتفاق رائے سے دونوں مسائل پر تجاویز منظور کی گئیں۔ } منور سلطان ندوی{

تجاویز بابت کرونا سے متعلق اہم مسائل

تمہید:

وبائی امراض انسانی تاریخ میں مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں پھیلتے رہے ہیں، اور ان سے بے شمار انسانی جانیں ہلاک ہوئی ہیں، اور بہت سے وبائی امراض نے انسانی سماج پر بڑے گہرے اور دوررس اثرات ڈالے ہیں، عام طور سے وبائی بیماریاں کسی علاقے یا کسی ملک تک محدود رہتی ہیں، لیکن کوڈ۔۱۹ کرونا کی ہلاکت خیز وباء نے ماضی کے سارے ریکارڈ توڑ دئے، اس وبا سے تقریبا پوری دنیا بری طرح متاثر ہوئی اور بہت بڑی تعداد میں انسانوں کی ہلاکت ہوئی، دنیا کا نظام ٹھپ ہوکر رہ گیا، اور زندگی کا ہر شعبہ بری طرح متاثر ہوا۔

اس وبا کی وجہ سے بہت سے نئے شرعی مسائل پیدا ہوئے، جن کے بارے میں علماء نے عام طور پر انفرادی فتاوی جاری کئے، اور مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کی، کرونا وبا سے پیدا ہونے والے مسائل عام نوعیت کے نہیں تھے، جنہیں تنہا فقہی جزئیات کے حوالہ سے حل کیا جاسکے، یہ ایسے سوالات اور مسائل تھے جو پہلی بار پیش آئے تھے اور انسانی ذہنوں میں ان کا تصور بھی نہیں تھا، سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ کرونا کی سنگینی کی وجہ سے علماء اور اصحاب افتاء کا ایک جگہ جمع ہونا اور ان مسائل پر اجتماعی غور وخوض کرنا ممکن نہیں تھا، اس لئے انفرادی فتاوی ہی رہنمائی کرتے رہے، جن میں بسا اوقات بڑا تضاد اور اختلاف تھا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے حالات کا تقاضا سمجھ کر کرونا کے مسائل پر سیمینار کرنے کا فیصلہ کیا، کرونا کے موضوع پر جامع سوالنامہ تیار کرکے منتخب علماء اور اصحاب افتاء کی خدمت میں بھیجا گیا، الحمدللہ بہت سے علماء اور اصحاب افتاء نے تحقیق ومطالعہ کے بعد

ارسال کردہ سوالنامہ کے جوابات تحریر کئے اور حالات میں کچھ اعتدال پیدا ہونے کے بعد مجلس نے ۲۳، ۲۴/ نومبر ۲۰۲۲ء کی تاریخ میں کرونا کے مسائل پر سیمینار کرنے کے لئے طے کی۔

الحمدللہ ان تاریخوں میں سیمینار منعقد ہوا، سیمینار کے لئے موصول ہونے والے مقالات وفتاوی اور شرکاء کے باہمی تبادلہ خیالات کے بعد اتفاق رائے سے درج ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

کرونا کے بارے میں شرعی نقطہ نظر

۱۔ وباء ایسی بیماری ہے جو تیزی کے ساتھ پھیلتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اور اکثر وبیشتر جان لیوا ہوتی ہے، کتاب وسنت میں اس کے تصورات واضح طور پر ملتے ہیں، یہ کبھی بنوآدم کی بداعمالیوں کے نتائج ہوتے ہیں، اور کبھی انسان بطور آزمائش بھی اس سے دوچار کئے جاتے ہیں، جس میں تنبیہ الٰہی ہوتی ہے، بہرصورت جب کوئی شخص وبا میں مبتلا ہوتو وہ ہمدردی اور تعاون کا مستحق ہے۔

۲۔ شریعت میں وباء سے تحفظ کی ہدایات موجود ہیں: جن میں ظاہری تدابیر بھی ہیں، جیسے صفائی ستھرائی کا اہتمام، بلاضرورت ایک مقام سے دوسرے مقام تک آمدورفت سے بچنا اور اطباء وماہرین کی ہدایات پر عمل کرنا، اور باطنی تدابیر بھی ہیں جن میں توبہ واستغفار، دعاء وابتہال، رجوع الی اللہ اور صدقہ وغیرہ ہیں۔

۳۔ دفع وباء کے لئے اجتماعی نماز کے اہتمام کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ہے۔

۴۔ صحت وبیماری اللہ کے ہاتھ میں ہے اور کوئی بھی انسان اللہ ہی کے فیصلہ سے بیماری میں مبتلا ہوتا ہے یا صحت یاب ہوتا ہے، لیکن بعض بیماریاں متعدی ہوتی ہیں، یہ اسلام کے تصور توحید کے خلاف نہیں ہے۔

کرونا کے زمانہ میں عبادات میں تخفیف

۵۔ وباء کے زمانہ میں جب کہ مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنے پر پابندی ہوتو

مساجد کے بجائے گھروں میں جماعت کے ساتھ یا انفرادی طور پر نماز ادا کی جائے۔

۶۔ وباء کے دور میں اگر ماہرین صحت کی ہدایت ہو کہ لوگ بڑی تعداد میں جمع نہ ہوں تو مسجد میں پہلی جماعت کے بعد ہیئت بدل کر متعدد جمعہ اور جماعت کی اجازت ہوگی۔

۷۔ وبائی دور میں طبی وانتظامی ہدایات کے مطابق مسجد کی جماعت کے علاوہ متعدد مقامات اور مکانات میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا درست ہے۔

۸۔ وباء کے دور میں جمعہ کے دن جو لوگ پابندیوں کی وجہ سے اپنے گھروں میں نماز ظہر پڑھنا چاہتے ہیں، ان کے لئے جماعت سے بھی پڑھنا درست ہے، اور انفرادی طور پر بھی۔

۹۔ طبی ہدایات کی بناء پر ماسک لگا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے اور صفوں کے درمیان فاصلہ رکھنے کی بھی گنجائش ہے۔

۱۰۔ کرونا سے متاثر افراد کا مسجد میں آنا اور جماعت میں شریک ہونا ممنوع ہوگا۔

۱۱۔ کرونا سے متاثر افراد کے لئے اطباء کے مشورہ پر روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے۔

کرونا کے زمانہ میں مساجد سے متعلق مسائل

۱۲۔ مسجد اللہ رب العزت کا گھر اور مقدس عبادت گاہ ہے، ہر حال میں اس کو آباد رکھنے کا حکم ہے، اس لئے کرونا یا کسی بھی وبائی مرض کے زمانہ میں مساجد کو مکمل طور پر بند کر دینا یا معطل کر دینا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ اگر کسی وجہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا موقوف ہو جائے تب بھی اپنے وقت پر اذان کا اہتمام ضروری ہے۔

۱۴۔ کثرتِ جماعت شرعاً مطلوب ہے، البتہ اگر وباء کی وجہ سے حکومت کی ہدایات کی بناء پر افراد کو محدود کرنے کی مجبوری ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

۱۵۔ مسجد کے احترام وتقدس کے پیش نظر مسجد کے کسی حصہ کو کووڈ سینٹر بنانا جائز نہیں۔

کرونا سے متاثر مریض کی تیمارداری

۱۶۔ کرونا سے متاثر مریض کو بالکل الگ تھلگ کر دینا اور اس کی تیمارداری نہ کرنا

اسلامی تعلیمات کے منافی اور انسانیت کے خلاف ہے۔

۱۷۔کرونا سے متاثر مریض اگر اپنا علاج خود نہ کرا سکے تو اقرباء کی ذمہ داری ہے کہ اس کے علاج کا بندوبست کریں اور اس کو بے سہارا نہ چھوڑیں، اگر ان میں استطاعت نہ ہو یا وہ غفلت برتیں تو حکومت اور سماج اس کے علاج اور دیکھ ریکھ کے ذمہ دار ہوں گے۔

کرونا سے فوت ہونے والے افراد کی نماز جنازہ اور غسل سے متعلق مسائل

۱۸۔اگر کرونا پابندیوں کی وجہ سے میت کو غسل دینا یا تیمم کرانا دشوار ہو تو فریضۂ غسل ساقط ہو جائے گا، اور میت کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

۱۹۔اگر کرونا میت کو کفن مسنون دینا دشوار نہ ہو تو کور (cover) پر کفن پہنا دینا چاہیے، اور دشواری کی صورت میں کور ہی کفن کے حکم میں ہوگا۔

۲۰۔اگر کرونا میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے جب تک کہ اس کی لاش کے تغیر کا ظن غالب نہ ہو۔

۲۱۔اگر میت کو بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا گیا اور اس کی قبر کی جگہ بھی معلوم نہ ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

۲۲۔کرونا وباء سے انتقال کرنے والے مسلمان ان شاء اللہ شہادت کے اجر کے مستحق ہوں گے۔

کرونا ویکسین سے متعلق مسائل

۲۳۔الکوحل آمیز سینٹائزر کا استعمال مباح ہے۔

۲۴۔کرونا ویکسین ایک قسم کی دوا اور حفاظتی تدبیر ہے، ضرورت کے تحت اس کا لگوانا جائز ہے۔

تجاویز بابت سرکاری اور غیر سرکاری سودی قرضے

تمہید

ضرورت مند افراد کو سود کے بغیر قرض فراہم کرنا بہت بڑا کار ثواب ہے، اسلام میں اس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور ضرورت مندوں کو قرض دینے پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، موجودہ دور میں قرض دینے کا عمل موقوف سا ہو گیا ہے، شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس زائد سرمایہ ہو اور وہ ضرورت مندوں کو سود کی شرط کے بغیر قرض فراہم کرتے ہوں۔

مسلمانوں کو اس کار خیر کی ترغیب دینا اور اس کی اہمیت کی طرف متوجہ کرنا بے حد ضروری ہے، تاکہ ضرورت مند افراد سودی قرض حاصل کرنے پر مجبور نہ ہوں، اور سودی قرض حاصل کر کے اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور دین و ایمان خطرہ میں نہ ڈالیں۔

۱۹۷۱ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء نے سرکاری قرضوں کے موضوع پر اجتماع منعقد کیا تھا، اس موقع پر جاری کردہ سوالنامہ کے جواب میں اس وقت کے بہت سے ممتاز علماء اور اصحاب افتاء نے جوابات تحریر فرمائے تھے، لیکن کسی وجہ سے اس مجلس میں فیصلہ نہیں ہو سکا، اور موضوع کو موخر کر دیا گیا، مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے دو روزہ فقہی سیمینار منعقدہ ۲۳، ۲۴ نومبر ۲۰۲۲ء میں اس موضوع پر از سر نو غور و خوض کیا گیا، کچھ اہل علم نے موضوع سے متعلق نئے مقالات مجلس کو ارسال کئے۔

مورخہ ۲۳، ۲۴ نومبر ۲۰۲۲ء کے سیمینار میں ۱۹۷۱ء کے فقہی اجتماع میں آنے والے فتاوی اور تحریروں نیز وہ تجاویز جو ۱۹۷۱ء کے فقہی اجتماع میں شرکاء کے درمیان

زیر بحث آئیں، ان کو پیش نظر رکھا گیا، اور حالیہ فقہی سمینار میں جو نئے مقالات اور تحریریں موصول ہوئیں ان پر بھی غور وخوض کیا گیا، اس کے علاوہ ۱۹۷۱ء سے لے کر ۲۰۲۲ء تک سرکاری سودی قرضوں اور بینکوں کے سودی قرضوں کے بارے میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، ان پر بھی اس فقہی سیمینار میں غور وخوض کیا گیا، ان سب کی روشنی میں تفصیلی غور وخوض اور تبادلہ خیالات کے بعد شرکاء سمینار کے اتفاق رائے سے درج ذیل فیصلے کئے گئے:

۱۔قرض دے کر اس سے زیادہ واپس لینا ربا (سود) ہے، جسے کتاب وسنت میں بصراحت حرام قرار دیا گیا ہے، اس لئے اس کا لینا دینا دونوں ناجائز ہے، البتہ سود کی شرط یا عرف کے بغیر کوئی قرض لے اور وہ اپنی خوشی سے کچھ اضافہ کے ساتھ قرض واپس کرے تو پسندیدہ ہے۔

۲۔اسلام میں بلا ضرورت قرض لینا ناپسندیدہ عمل ہے، اور اگر کسی فرد یا ادارہ سے قرض حاصل کیا جائے تو قرض لینے والے پر واجب ہے کہ مقررہ وقت پر قرض ادا کرے، اور اس کے لئے پوری کوشش کرے، استطاعت کے باوجود مقررہ وقت پر قرض ادا نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر ایسا نظم قائم کرنا چاہیے جس سے ضرورت مند افراد کو بآسانی غیر سودی قرض فراہم ہو سکے۔

۴۔انفرادی کاموں اور ترقیاتی منصوبوں کے لئے اگر کسی بھی طرح غیر سودی قرض حاصل نہ ہو سکے تو ضرورت شدیدہ کے وقت مثلاً: قانونی مجبوری، مال، زمین اور جائیداد کی حفاظت، بقدر کفایت مکان کی حصولیابی، تعلیم کا حصول، کاروبار کی حفاظت اور علاج ومعالجہ جیسے اہم مقاصد کے لئے بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے۔

چوتھے سمینار کے اہم شرکاء

۱ـ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حیدرآباد
۲ـ مولانا عبید اللہ اسعدی، باندہ
۳ـ مولانا عتیق احمد بستوی، لکھنؤ
۴ـ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی، لکھنؤ
۵ـ مولانا مفتی عبدالرزاق قاسمی، دیوبند
۶ـ مولانا مفتی نذیر احمد، کشمیر
۷ـ مولانا ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، نئی دہلی
۸ـ مولانا مفتی محمد ظفر عالم ندوی، لکھنؤ
۹ـ مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی، لکھنؤ
۱۰ـ مولانا مفتی انور علی، مئو
۱۱ـ مولانا اختر امام عادل قاسمی، سمستی پور
۱۲ـ مولانا مصطفی عبدالقدوس ندوی، گجرات
۱۳ـ مولانا خورشید انور اعظمی، مئو
۱۴ـ مولانا قاضی محمد حسن ندوی، گجرات
۱۵ـ مولانا قاضی سید مشتاق علی ندوی، بھوپال
۱۶ـ مولانا آفتاب عالم ندوی، دھنباد
۱۷ـ مولانا مفتی عبید اللہ ندوی، گجرات
۱۸ـ مولانا مفتی اشرف قاسمی، اجین
۱۹ـ مفتی اقبال احمد قاسمی، کانپور
۱۹ـ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مئو
۲۰ـ مولانا محمد عثمان بستوی، جونپور
۲۱ـ مولانا مفتی مقصود علی فرقانی، رامپور
۲۲ـ مولانا خورشید احمد اعظمی، بنارس
۲۳ـ مولانا ظہیر احمد قاسمی، کانپور
۲۴ـ مولانا عمر عابدین مدنی، حیدرآباد
۲۵ـ مولانا عبدالرشید قاسمی، کانپور
۲۶ـ مولانا رحمت اللہ ندوی، لکھنؤ
۲۷ـ مولانا قمر الزماں ندوی، پرتاب گڑھ
۲۸ـ مولانا ڈاکٹر نصر اللہ ندوی، لکھنؤ
۲۹ـ مولانا ڈاکٹر محمد علی ندوی، لکھنؤ
۳۰ـ مولانا محمد صابر حسین ندوی، کرناٹک
۳۱ـ مولانا سلمان انور قاسمی، مئو
۳۲ـ مولانا اکرام احمد ندوی، لکھنؤ